

ناسخ و منسوخ اور متجددین

جناب ریاض الحسن نوری صاحب

نوٹ: گذشتہ مضمون ”رحم اور اجماع“ (منہاج شمارہ اکتوبر ۱۹۳۳ء) سے پیوستہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده -

پہلی بات تو یہ ہے کہ رحم کا مسئلہ دراصل قرآن ان میں نسخ کا مسئلہ ہی نہیں ہے آپ دیکھتے کہ شاہ ولی اللہؒ اگرچہ رحم کی بہت پر زور تائید کرتے ہیں لیکن نسخ کے بیان میں رحم کا ذکر کہیں نہیں ہے کیونکہ رحم کا حکم اول تو قرآن سے ثابت ہے دوسرے سورہ نوری آیت میں تخصیص ہے نسخ کا سوال ہی نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ نسخ اور تخصیص میں فرق نہیں کر سکتے۔ پھر خواہ مخواہ یہ بحث چھیڑ دی کہ امام شافعیؒ قرآن کی حدیث کے ذریعے نسخ کے قائل نہیں۔ خود امام شافعیؒ تخصیص قرآن کی حدیث کے ذریعے تخصیص کے قائل ہیں نسخ کی تو یہاں بحث ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امام شافعیؒ کا قول انہوں نے نقل کیا ہے تو ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ اس پر گفتگو کر لی جائے۔ اس معاملے میں بھی یہ متجددین امام شافعیؒ کا اودھا قول نقل کرتے ہیں جیسے کہ قرآنی آیت لا تقربوا الصلاة والی مثال ایسے لوگوں کے متعلق مشہور ہے۔ امام شافعیؒ اگر یہ کہتے کہ سنت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی طے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ نسخ قرآنی آیت سے سنت کو منسوخ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اب ہم حوالہ نقل کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ اس پر گفتگو کرنے کے بعد کہ سنت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی آگے فوراً فرماتے ہیں کہ

طے اصل میں ایسا جو امام شافعیؒ نے کہا ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے اس کو غالباً ابوزھرہ ہی نے اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ لوگ پھر اس بات سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور اسی وجہ سے وہ آگے چل کر یہ کہتے ہیں کہ سنت قرآن منسوخ نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے واضح وضاحت سنت میں بھی مذکور ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳۲۷ — و هكذا سنة رسول الله ، لا ينسخها الا سنة لرسول الله .
 ولو احدث الله لرسوله في امر سن فيهِ ، غير ما سن رسول الله ،
 لكن فيما احدث الله اليه ، حتى يبين للناس ان له سنة ناسخة
 للتي قبلها مما يخالفها . وهذا مذكورة في سنته صلى الله عليه وسلم .
 (الرسالة ص ۱۰۸)

یعنی یہی معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہے سنت رسول اللہ کو بھی
 کوئی چیز منسوخ نہیں کر سکتی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو
 جس میں اللہ تعالیٰ اس حکم سے مختلف حکم دے دیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا
 اور یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے گا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل طور پر لوگوں کو سمیٹا کر
 بتائیں گے کہ اب قبل کی سنت کی ناسخ یہ سنت مقرر ہو گئی ہے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت میں مذکور ہوگی۔

اس پر امام شافعیؒ مفصل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

۳۳۳ — ولو جاز أن يقال قد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ثم نسخ سنة بالقران ولا يؤثر عن رسول الله السنة الناسخة
 جاز ان يقال فيها حرم رسول الله من البيوع كلها ، قد
 يحتمل أن يكون حرمها قبل ان ينزل عليه (أحل الله البيع و
 حرم الربا) ، وفيمن رجم من الزنا ، قد يحتمل أن يكون الرجم
 منسوخا ؛ بقول الله (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما
 مائة جلدة) وفي المسح على الخفين نسخت آية الوضوء المسح و
 جاز أن يقال ؛ لا يدرأ عن سارق سارق من غير حرز وسرقته
 أقل من ربع دينار ؛ لقول الله (السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما)
 لان اسم (السرقه) يلزم من سرق قليلا وكثيرا ومن حرز
 ومن غير حرز ، ولجاز رد كل حديث عن رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم)

بأن يقال لم يقله إذ المرجه مثل التنزيل وجازدة السنن بهدین
 الوجهین فترکت کل سنة ممها کتاب جملة تحتل سنة ان
 توافقه وهي لا تكون أبداً الا موافقه له ، الرسالة للعالم الشافعی
 تحقیق وشرح احمد محمد شاکر ص ۱۱۱ ، ۱۱۲

یعنی اگر یہ جائز ہو کہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت قائم کی پھر یہ سنت
 قرآن سے منسوخ ہو گئی اور اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ایسی
 نہ ہو جو سنت یا قبل کی ناسخ ہو تو پھر یہ بھی جائز ہو جائیگا کہ جن اقسام بیوع کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ان کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ احتمال ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس آیت کے نزول سے پہلے حرام قرار دیا ہو جس
 میں بیع کو حلال کہا گیا ہے۔ (احل الله البيع وحرم الربا) یعنی اللہ نے بیع کو حلال
 کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اور جن زانیوں کو رجم کیا تھا ان کے متعلق کوئی اٹھ کر کہہ دے یہ احتمال
 ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کے اس قول سے منسوخ ہو گیا ہو (الزانية والزانی فاجلدوا
 کل واحد منهما مائة جلدة) اور مس کے متعلق کوئی کہہ دے کہ وضوء کی آیت نے
 مس کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور یہ بھی جائز کہ جو چور غیر محفوظ چیز کی چوری کرے یا ربیع
 دینار سے بھی کم کی چوری کرے اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور دلیل آیت سرقہ کی
 دی جائے (چور مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے) کیونکہ چوری قلیل مال کی ہو یا
 کثیر کی دونوں پر چوری کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح جو محفوظ مال کو چرائے یا غیر محفوظ
 کو دونوں کو چوری کہا جاتا ہے اس طرح تو ہر حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائیگا کہ کیونکہ یہ بات

۱۔ یہ محمد بن نویر حدیث کی بات کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ یہ رسالہ جو امام شافعیؒ کی تصنیف ہے یہ ان کے خاص
 شاگرد الریبی بن یلمان کے اپنے خط میں دستیاب ہے جس کو انہوں نے امام شافعیؒ کی زندگی میں تلمیذ کیا۔ احمد محمد شاکر نے
 اس اصل کو حاصل کر کے اسے طبع کرایا اور اس پر حواشی لکھے ہیں۔ یاد رہے کہ امام شافعیؒ ۲۰۰ھ یعنی آخراً صوفی کی وفات
 کے صرف ۵۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ یہ رسالہ اصول فقہ میں ہے احادیث تو اس سے بہت قبل مدون ہو چکی تھیں۔
 ۲۔ اب دیکھئے بیع کے حلال ہونے کا حکم بھی عام ہے۔ لیکن سنت نے یہ تفصیل بیان کر دی کہ فلاں فلاں قسم کی بیوع
 جائز نہیں ہیں۔

قرآن میں موجود نہیں ہے اس لیے یہ بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہی ہی نہیں اس طرح تو جو بات بھی قرآن میں مجمل آئی ہے۔ اس کی جو تشریح بھی حدیث میں ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا اور اس طرح سے کتاب و سنت میں مخالفت پیدا کر دی جائے گی حالانکہ ہمیشہ سے ہی سنت تو اللہ کی کتاب کے موافق ہی رہی ہے۔ اس کی شرح میں احمد شاکر لکھتے ہیں کہ اس طرح کتاب کے عام اور مجمل بیان سے متعلق جو بیان سنت میں ہوا ہے اس کے متعلق کہہ دیا جائے گا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے حالانکہ کتاب و سنت میں اختلاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب امام شافعیؒ کے رسالہ کا فقرہ نمبر ۳۳۰ ملاحظہ فرمائیے جو اس سے ما قبل ہے۔

۳۲۹ — فان قال قائل هل تنسخ السنة بالقران

۳۳۰ — قيل ؛ لو نسخت السنة بالقران كانت للنبي فيه سنة تبين ان سنة الاولى منسوخة بسنة الاخرة حتى تقوم الحجة على الناس ، بان الشيء ينسخ بمثله۔

یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ پوچھے کہ کیا سنت قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ اگر سنت قرآن سے منسوخ ہوگی تو اس کے لیے خود حضور علیہ الصلاة والسلام کی سنت ہی میں یہ بھی بیان ہوگا کہ جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی سنت آپ کی بعد کی سنت سے منسوخ ہوگئی ہے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے (اور شک یا شبہ کی گنجائش نہ رہے) کیونکہ کوئی چیز اپنے مثل کے ذریعے ہی منسوخ ہوتی ہے۔

جو بات اس سلسلہ میں امام شافعیؒ نے بیان کی ہے ہم نے اس کو اوپر بیان کر دیا ہے۔ امام شافعیؒ کی پوری بات یہی ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی ابن سنت کا کوئی محکم بھی اس وقت تک منسوخ نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک کہ قرآن کے ساتھ ساتھ اس کا ثبوت خود حدیث سے مہیا نہ ہو جائے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے اور لوگوں پر حجت قائم ہو جائے۔

امام شافعیؒ نے تو خود اسی سلسلہ میں رحم کی مثال بھی دی ہے کہ محض سورۃ نور کی دوسری آیت

کا ذکر کر کے رحم کی سنت ثابتہ کے فعل اور حکم کو محض مذکورہ بالا آیت کا نام لے کر کالعدم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتائی ہوتی اور ان سے ایسی اہم بات بھی اسی کثرت سے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ کثرت سے روایت کی جاتی جس طرح سے رحم کے احکام روایت کئے گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بار بار بیان کرتے بلکہ خطبہ حجۃ الوداع میں اس کا ذکر کرتے تاکہ کسی کے دل میں اس کے متعلق شبہ نہ رہے۔

مذہب امام شافعی کے الفاظ رحم کے سلسلے میں "حازان یقال" سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے بھی رحم کا انکار نہیں کیا تھا۔ نیز امام شافعی نے کتاب الام میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے علم کی حد تک کسی بھی خلیفہ نے رحم اور کوڑوں کی سنہرا کو اکٹھا نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ امام شافعی اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کرتے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے مشر احد کو کوڑوں اور رحم دونوں کی سنہرا دی۔ اگر وہی ہوگی تو اس کی وجہ وہی ہے۔ یہ جہاں نے کہا ہے اور ہم جسے ثابت کر چکے ہیں یہ متجددین خواہ مخواہ دوسروں کو بڑے بڑے لوگوں کا نام لے کر بیوقوف بنانے کی سعی حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ جو بات امام شافعی نے کہی ہے وہ بالکل ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ہے بلکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ فرمایا ہی ان جیسے متجددین کے مغالطوں کو دور کرنے کے لیے ہے۔

مختصراً انہوں نے ناخ و مسوخ کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کے حکم کی مسوخی کے لیے قرآن ہی کی آیت ہونی چاہیے۔ کیونکہ کسی چیز کو اس کی مثل سے ہی مسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سنت کے حکم کی مسوخی کے لیے سنت میں اس کا بیان لازمی ہے۔ سنت کسی حکم کو محض قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے کر مسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ سنت میں بھی اس کی مسوخی کا بیان نہ آجائے۔ کیونکہ جب کبھی ایسا ہوا ہے تو یہ چیز سنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کھول کھول کر بیان کر دی ہے اور اس کی وسیع پیمانے پر تہذیب کی جاتی رہی ہے تاکہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ سنت کے حکم کو محض قرآنی آیت سے مرتد کر دیا جائے تو فساد ہی لوگ بڑے بڑے فساد مچائیں گے کوئی ان بیچ کی شکلوں کو حلال قرار دینے لگے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا ہے کہ سو حرام ہے اور بیح حلال ہے۔ پس آیت عام ہے اور ہر قسم کی بیح حلال ہے۔ قرآن نے حدیث کے

حکم کو منسوخ کر دیا۔ یا کہے گا کہ ان بیوع کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام نہیں قرار دیا ہو گا کیونکہ قرآن میں ان کی حرمت کا ذکر نہیں۔ اسی طرح وہ یہ دعوے کرے گا کہ رجم کی حد بھی منسوخ ہے۔ سورہ نوز کی پوری آیت سے پھر یہ فساد ہی لوگ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو ربع دینار کی چوری سے کم مالیت کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹیں گے کیونکہ قرآن کی آیت ستر عام ہے اور چوری چوری بے چاہے ایک درم کی ہو یا لاکھ درم کی۔ پھر یہ فساد ہی کہے گا کہ اگر کھلے میدان میں سے یا غیر محفوظ جگہ سے بکری چرائے گا تو ہم اس کا ہاتھ بھی کاٹیں گے کیونکہ وہ بھی چوری ہے اور قرآن کی آیت عام ہے۔ اور اگر سنت نے اس معاملہ میں کوئی قید عائد کی ہے تو وہ قرآن کی آیت ستر سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اسی طرح سے وہ کہنے لگے گا کہ موزوں پر مسح کی جو اجازت سنت وارد ہے وہ وضو کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اس طرح سے پوری کی پوری سنت کو منظرِ عدسے سے مٹا کر دیا جائے گا۔

ان متجددین کے ان مناظروں اور فساد کو روکنے کے لیے ہی امام شافعیؒ نے رسالہ میں اصول فقہ کا یہ قاعدہ بیان کیا کہ قرآن کے کسی حکم کی منسوخی کے لیے محض حدیث کافی نہیں جب تک کہ اس کا حکم قرآن میں نہ پایا جائے۔ اسی طرح حدیث کے کسی حکم کی منسوخی کے حدیث کا بیان کافی ہے مگر محض قرآن کی کسی آیت سے اس سنت کے حکم کو منسوخ نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک کہ اس کا حکم حدیث میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ حدیث میں بھی منسوخی مکمل طریقہ سے بیان کی جاتی تھی اور اس کی پوری تہنیر کر دی جاتی تھی۔ پس اس کی منسوخی کا حکم سنت میں پایا جانا لازمی ٹھہرا اس کے بغیر سنت کے کسی بھی حکم کو منسوخ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ان متجددین کا ہمیشہ یہی قاعدہ رہا ہے کہ آدھی بات بیان کر کے دوسری کو منظرِ عدسے میں لایا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ دراصل کہنا یہی چاہتے ہیں کہ سنت کے حکم کی منسوخی کے لیے دوسری سنت ہی کا حکم ضروری ہے اور وہ یہ بات اس خدشہ سے کہہ رہے ہیں کہ کہیں لوگ ایک جہد کی چوری پر بھی لوگوں کے ہاتھ کاٹنا نہ شروع کر دیں۔ یا غیر محفوظ جگہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا نہ شروع کر دیں یا رجم کا انکار نہ کر دیں یا ہر قسم کی بیع کو حلال قرار دینا نہ شروع کر دیں۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ متجددین امام صاحب کی آدھی بات بیان کر کے اور منظرِ عدسے سے مٹا کر وہی مذموم مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی روک تھام کے لیے دراصل امام شافعیؒ بات کر رہے ہیں۔ یا اللعجب پھر امام شافعیؒ کا نام لے کر لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔

پر وزیر اور امام البوصینیہؒ اور البوصینیہ امام الاعظمؒ وغیرہ کو اپنی طرح کا منکر بحیث حدیث ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

اب نسخ سے متعلق بقول متجددین و محققین چودھویں صدی کے
بوزھرہ اور ناخ و منسوخ

فالنسخ فی اصطلاح الأصولیین رفع الشارع حکماً شرعياً بدلیل متراخ،
وبذلک یتبین الفرق بین النسخ والتخصیص، فالنسخ یکون فیہ
النصان الناسخ والمنسوخ غیر مقتدرین زماناً بل یکون الناسخ متأخراً
عن المنسوخ۔

وأول من حذر الکلاف فی النسخ الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فی رسالۃ
الأصول۔ ولقد اعتبره من قبیل بیان الاحکام لا من قبیل الغاء النص
فهو لا يعتبر النسخ الغاء للنص، ولكنه يعتبره إنباء لحکم النص
ولقد سار معہ فی هذا السبیل ابن حزم، ولذلك عرف النسخ فقال:
حد النسخ أنه بیان انتهاء زمان الأمر الأول۔

وإذا کان النسخ بیان انتهاء العمل بحکم معین فانه نوع من انواع
البيان المتأخر وإنه علی مقتضى ذلك النظر ینقسم البیان إلى قسمین،
بیان فیہ تفصیل لمجمل أو تخصیص عام، وهذا یعمل فیہ نصان،
ویکون أحد النصین خادماً للنص الآخر والقسم الثانی بیان انتهاء العمل
بالحکم بعد العمل به من غیر أن یلغى النص۔

۱۸۸— ویذہب ابن حزم أبعد من هذا فیکتروا النسخ شکل من اشکال
التخصیص لا یتناول اللفظ وعموم مؤداه ان یتناول الحکم فی
عموم الزمانه ویقول فی ذلك ان النسخ نوع من انواع الاستثناء،
لانه استثناء زمان وتخصیصه بالعمل دون سائر الزمان، ویكون حیث

صواب القول ان كل نسخ استثناء وليس كل استثناء نسخاً۔
 ونرى من هذا أن ابن حزم يشير إلى أن اللفظ الذي ينطق بالحكم له
 عموم اللفظي أحياناً، فيكون تخصيصه بلفظ أو بعمل مع بقاء
 الحكم في باقي الأفراد، وعموم يتعلق بالزمنه وتخصيصه هو النسخ مثلاً
 قوله صلى الله عليه وسلم: كنت نهيتكم عن زيارة القبور إلا فزورها،
 فإن هذا النص بين انتهاء النعم وهو في معنى التخصيص الزمني بالنص الذي
 أشار إليه النبي صلى الله عليه وسلم الذي كان يمنع الزيارة۔

(اصول الفقه مؤلفه البؤصره ص ۱۸۵، ۱۸۶)

یعنی اصولیین کی اصطلاح میں نسخ شارع کا کسی حکم شرعی کو بعد کی دلیل سے اٹھا لینا ہے۔
 اس سے نسخ اور تخصیص کا فرق پتہ چلتا ہے۔ پس نسخ میں دو نصوص ہوتی ہیں جن
 کے زمانے مختلف ہوتے ہیں۔ تاخ نسخ سے متاخر ہوتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا وہ امام شافعیؒ ہیں اور
 انہوں نے اپنے رسالے میں جو اصول پر ہے کلام کیا ہے نسخ کو امام شافعیؒ نے
 احکام کے بیان کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے اور نصوص کے الغاء کے طور پر
 بیان نہیں کیا۔ وہ اسے ایک نص سے دوسرے نص کا الغاء نہیں قرار دیتے بلکہ
 حکم کی انتہاء قرار دیتے ہیں۔ اس معاملے میں ابن حزم بھی ان کے ساتھ ہیں وہ
 بھی نسخ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ پہلے دور کے حکم کی انتہاء کو بیان کرتا ہے۔
 پس جب نسخ کسی حکم پر عمل کی انتہاء کو بیان کرتا ہے تو وہ متاخر
 بیان کی ایک قسم قرار پایا۔ اس نظریہ کے مطابق بیان کی دو قسمیں ہو گئیں۔ اول
 وہ بیان جس میں مجمل کی تفصیل ہو یا عام کی تخصیص ہو۔ اس کے لیے دو نصوص
 ہونگی۔ ایک نص دوسرے کی خادم ہوگی۔ دوسری قسم یہ ٹھہری جو کہ کسی حکم

لے تو گویا جس حدیث سے قرآن کے عام کی تخصیص کی جاتی ہے وہ حدیث قرآن کی خادم
 ٹھہری۔

پر عمل کئے جانے کے بعد اس پر عمل کی انتہا کو بیان کرے بغیر اس نص کے الغاء کے۔

ابن حزم اس معاملے میں امام شافعی سے بھی آگے جاتے ہیں۔ وہ نسیح کو بھی تخصیص کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔ حکم کو زمانے کے عموم میں سے مستثنیٰ کر لیا جاتا ہے۔ پس وہ نسیح کو استثناء کی قسم قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں تمام زمانوں پر عمل میں سے ایک خاص زمانے کی استثناء اور تخصیص کر لی جاتی ہے۔ اس سے اس قول کی سچائی معلوم ہوتی ہے کہ ہر نسیح استثناء ہے لیکن ہر استثناء نسیح نہیں ہے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن حزم کا کہنا یہ ہے کہ جو لفظ حکم بتاتا ہے اس کے دو عموم ہوتے ہیں کبھی عموم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کی تخصیص کسی لفظ سے یعنی قول سے کی جاتی ہے یا عمل سے کی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ حکم بقایا افراد کے لیے باقی رہتا ہے۔ دوسرا حکم ازمنہ یعنی زمانوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص نسیح کہلاتی ہے۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ میں پہلے زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ مگر اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔ نص جو ہے وہ منع کی انتہاء کو بیان کرتی ہے۔ یہ نص کی تخصیص زمانی کے معنی میں ہے جس کی طرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ پہلے میں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب

(اصول الفقہ مؤلفہ ابو زہرہ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

اصح صحیحہ پر ابو زہرہ لکھتے ہیں کہ قبلہ کے سلسلے میں بھی نسیح ہوا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں مسالوں

لے دراصل یہ منع کرنا ایک وقتی امر تھا۔ کیونکہ ان لوگوں میں پہلے سے شرک شائع تھا۔ اس لیے ان کو کچھ عرصہ کے لیے زیارت قبور سے روک دیا گیا۔ جب توحید ان کے دلوں میں رائج ہو گئی تو اجازت دے دی گئی۔

کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ تقریباً چھ ماہ بعد اللہ تعالیٰ اس کو منسوخ کر کے بیت الحرام کی طرف منہ کرنے کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس بات کی تصویر قرآن کریم نے کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تیرے چہرہ کو آسمان کی طرف اٹھتا دیکھتے تھے۔ پس ہم تبدیل کر کے تمہاری پسند کا قبلہ مقرر کئے دیتے ہیں پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ اور جہاں بھی ہو اگر وہ اپنا رخ اسی طرف کیا کرو۔۔۔۔۔ سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ پہلے قبلہ بیت المقدس ہوا کرتا تھا اور آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اب دیکھئے کہ بیت المقدس جو پہلا قبلہ تھا۔ یہ قبلہ بھی بہر حال وحی الہی کے ذریعے مقرر کیا ہوگا۔ اول تو ایسے معاملہ کے لیے حکم الہی ضروری تھا۔ دوسرے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ قبلہ مقرر کیا ہوتا تو وہ خود اپنی مرضی سے تبدیل بھی کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی جیب آپ بہت تمنا کرنے لگے تو پھر ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوش کرنے کے لیے تبدیل قبلہ کا حکم نازل فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وحی متلو کے علاوہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح نماز کی تمام حرکات اور طریقہ بھی جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے سیکھا تھا بلکہ ان کے پیچھے باقاعدہ نماز پڑھ کر طریقہ سیکھا تھا۔ یہ باتیں احادیث سے ثابت ہیں اور قرآن بھی اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ[ؒ] "الفوز الکبیر" میں ناسخ و منسوخ کے سلسلے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

"ناسخ و منسوخ کی معرفت فن تفسیر میں ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے اندر بڑی بڑی بحثیں اور بیشمار اختلافات ہیں۔ اور اس کے اشکال کے اسباب میں سب زیادہ قوی سبب متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے،"

اس باب میں حضرات صحابہ اور تابعین کے کلام کے استقراء سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی (یعنی ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعے سے) میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاح اہل اصول کے موافق، بذریعہ ان کے نزدیک معنی نسخ ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کرنا دوسری آیت کے ساتھ ہوگا، یہ ازالہ اوصاف عام ہے کہ مدت عمل کی انتہا ہو یا کلام کو اس کے متبادر معنی سے غیر متبادر کی جانب پھیر دینا ہو، یا یہ بیان کہ قید سابق اتفاق تھی،

اور یا لفظ عام کی تخصیص ہو، اور یا منصوص اور مقیس علیہ ظاہری میں انفرارک کا بیان۔ یا جاہلیت کی کسی عادت اور یا شریعت سابقہ کا ازالہ ہو۔

چونکہ ان حضرات کے نزدیک نسخ باب وسیع رکھتا ہے اس لیے عقل کو اس میں جولانی اور اختلاف کی گنجائش مل گئی یہی وجہ ہے کہ وہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک بیان کرتے ہیں، لیکن اگر مزید غور و فحوص کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، مگر متاخرین کی اصطلاح کے موافق آیات منسوخہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے علی الخصوص اس توجیہ کی رو سے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان مذکورہ بالا کو بعض علماء سے لے کر اپنی کتاب میں مناسب بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور جو آیات متاخرین کی رے پر منسوخ ہیں ان کو شیخ محی الدین ابن عربی کے موافق تحریر کر کے قریباً ۲۰ منسوخ آیتیں گنوائی ہیں۔ لیکن فقیر کو ان ۲۰ میں بھی اکثر کی نسبت کلام ہے ہم اس موقع پر علامہ سیوطی کے کلام کو متفقہ اپنے شبہات کے بیان کرتے ہیں، سورہ بقرہ (۱۱) کتب عظیمہ اذ احضر احدکم الموت، یہ آیت منسوخ ہے اس کے نسخ کے تعین میں بعض سے منقول ہے کہ آیت میراث سے منسوخ ہے اور بعض کہتے کہ حدیث لا وصیۃ لوارث سے، اور بعض کا قول ہے کہ اجماع سے یہ ابن عربی نے بیان کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت یومیکم اللہ فی اولادکم سے منسوخ ہے، اور حدیث لا وصیۃ اس نسخ کو بیان کرتی ہے۔ (۱۲) علی الذین یطیقونہ فدیۃ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت فن شہدہ منکم الشہر فلیصمہ سے منسوخ ہے اور یہ بھی قول ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور اس میں لامقدر ہے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ایک دوسرے طریقہ ہے، جو یہ ہے کہ آیت کے معنی ہیں۔ علی الذین یطیقون الطعام فدیۃ ہی طعام مسکین یعنی جو لوگ کھانا دینے کی طاقت رکھتے ہیں، ان پر فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے، یہاں ضمیر کو اس کے مرجع کے پہلے اس لیے ذکر کیا کہ مرجع باعتبار ترتیب کے مقدم ہے اور ضمیر کو اس لیے مذکور لائے کہ درحقیقت فدیہ سے مراد طعام ہی ہے، اور طعام سے مراد صدقۃ الفطر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزروں کے حکم کے بعد صدقۃ الفطر کو اس طرح بیان فرمایا ہے جیسا کہ درجی آیت فن شہدہ منکم الشہر ان کے بعد تکبیرات عید و تکبیر و اللہ علی ما ہدیکم کو (۱۳) اعلیٰ کم لیلة الصیام الرفث آیت کا کتب علی الذین من قبلکم کے لیے نسخ ہے کیونکہ مقتضائے تشبیہ یہ ہے کہ شب کے وقت بھی ہو جانے کے بعد کھانے پینے اور وطی کی حرمت میں جو اگلی امتوں پر تھی موافقت ہو۔

یہ ابن عربی نے ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی بیان کی ہے جو یہ ہے کہ یہ آیت اس حکم حرمت وطی کے لیے ناسخ ہے جو ارشاد نبوی سے ثابت تھا۔ میں کہتا ہوں کہ کما کتب سے نفس و وجوب صوم میں تشبیہ دینا مقصود ہے۔ نہ کہ نسخ کیوں کہ یہاں روزے داروں کے اس حال کو بدلہ ہے جو اس اجازت سے پہلے تھا۔ اور ہم کو کوئی دلیل نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں وطی حرام کر دی تھی..... علامہ سیوطی نے ابن عربی کے ساتھ اتفاق کر کے کہا ہے کہ اکیس آیات منسوخ ہیں۔ باوجود کہ انہیں بھی بعض کی نسبت اختلاف ہے اور ان کے علاوہ اور کسی آیت کے لیے دعویٰ نسخ صحیح نہیں آیت استیذان اور آیت احکام میں عدم نسخ صحیح ہے، اب صرف انیس آیتیں منسوخ رہ گئیں، میں کہتا ہوں ہماری تحریر کے موافق پانچ ہی آیتوں میں نسخ ثابت ہو سکتا ہے اس کے آگے چل کر مفسر بننے کے لیے اور باتوں کے علاوہ مثلاً عربی دانی وغیرہ وغیرہ کے وہ دو چیزوں کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مفسر کی شرائط | مفسر بننے کے لیے دو چیزوں کی معرفت شرط ہے، ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات مشیر ہوں، کیونکہ ایسی آیات کے ایماہ کا سمجھنا بغیر علم واقعات کے میسر نہیں آسکتا اور دوسرے وہ قصے جس سے عام کی تخصیص یا اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ مثلاً آیت کو اس کے ظاہر ہی معنی سے پھیرتے ہوں وغیرہ وغیرہ، کیونکہ آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص کی موافقت کے بدون ممکن نہیں۔

شاہ ولی اللہ کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ مفسر بننے کے لیے ان ۳ سے زیادہ آیات کا مصداق جاننا ضروری ہے جن کا ذکر مع حوالوں کے ہم نے رجم کو قرآن سے ثابت کرنے کے سلسلے میں کیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ شاہ ولی نے لکھا کہ ان آیات کو سمجھنے کے لیے ان واقعات کا

لے ہم نے طوالت کے خوف سے اس کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے ناظرین اگر چاہیں تو اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی عام دستیاب ہے۔

سے یہ دراصل اس پر مفسر ہے کہ نسخ کے کیا معنی لیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نسخ کے اصطلاحی معنی ایسے لیتا ہے جس سے کسی بھی آیت میں نسخ نہیں بنتا تو ہم اس پر مترض نہ ہوں گے۔

جاننا ضروری ہے جن کی طرف یہ آیات مشیر ہیں کیونکہ ان آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص کی موافقت کے بدون ممکن نہیں۔

لیکن ہمارے آج کل کے متجددین کے نزدیک مفسر بننے کے لیے نہ عربی جاننے کی ضرورت ہے نہ شان نزول نہ حدیث کی تشریحات البتہ ان کے نزدیک تحریف شدہ اناجیل اور اسلام دشمن مستشرقین کی قیل و قال جاننا ضروری ہے ان متجددین میں سے ایک پرویز صاحب ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو قرآن کے بیان کے مطابق بن باپ کا جاننے کی بجائے یوسفؑ کا بیٹا مانتے ہیں اس سلسلے میں علامہ طاہر سورتی نے اپنے کتابچہ ”ابن مریم اور پرویز“ میں پرویز صاحب کا چہرہ بخوبی بے نقاب کیا ہے۔ خدا اس کے لیے ان کو جزائے خیر دے اور وہ وعدہ کے مطابق دیگر مقالات بھی مکمل کریں۔

طاہر سورتی صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۰ پر یوں لکھتے ہیں:

”حضرت عیسیٰؑ کے متعلق پرویز صاحب اپنی مشہور تصنیف سلسلہ معارف القرآن کی ایک کڑی شعلہ مستور میں جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ تو بالمتصریح یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ آپ یوسفؑ (نجار) کے بیٹے تھے۔ لیکن پھر وہ اپنی قرآنی بصیرت کی رہنمائی میں حضرت عیسیٰؑ کے ابن یوسف ہونے کو صحیح مانتے ہیں اور ان کے بن باپ پیدا ہونے کو قدامت کا غلط عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی تصدیق میں انہوں نے نہ صرف قرآن کے حقائق توڑ مروڑ کر پیش کئے ہیں بلکہ قرآن مجید کے واضح ارشادات کی موجودگی میں ان کے خلاف غیر مستند اناجیل کو بطور ثبوت پیش کیا ہے اور یہاں غلط کھانے پینے کے رمان لکھے

لے رینان انیسویں صدی کا ایک فرانسیسی محقق اور ماہر السنہ سامیہ تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ شخص اگرچہ آزاد خیال سمجھا جاتا ہے۔ تاہم مجموعی طور پر اسلام دشمن ہے۔ عربی زبان کے خلاف ناروا تعصب رکھتا ہے اور خلاف حقیقت باتیں کہتا ہے۔.....

تنگوں کا سہارا لیا ہے۔
 ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے اس پہلو پر قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی کو
 آخری سند مان کر اس کا اتباع کریں۔۔۔ اگرچہ ہمارے پاس جدید علوم و تحقیقات کی رو
 سے متعدد دین ثبوت موجود ہیں۔ تاہم ان میں سے کسی ایک کو بھی ہم اس بحث کے
 دوران درج نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے لیے صرف "قرآن مجید" ہی بس ہے۔
 ہم ناظرین کو اصل کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ ان متجددین اور نام نہاد مفکرین کی
 حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

مندرجہ ذیل آیت حضرت مریمؑ کے کنواری ہونے پر دلالت ہے
 قالت انی یکون لی غلام ولم یسنی بشر و لولا انک بغیا قال کذالک الخ
 یعنی مریمؑ نے کہا کہ میرے بچے کیونکہ ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوڑا اور
 نہ میں زنا کار ہوں۔ (فرستادہ) نے کہا کہ اسے مریمؑ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ
 تو کہہ رہی ہے۔ تیرے رب کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے آسان ہے
 تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک آیت یعنی نشانی بنا دیں اور اپنی طرف سے
 رحمت بنا دیں اور یہ طے شدہ امر ہے۔ (پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ ابن مریمؑ بیزباپ کے
 پیدا ہوئے تھے۔

اب قرآن کے اس واضح ثبوت کے ہوتے ہوئے پرویز صاحب کا حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا
 بیٹا قرار دینا صاف صاف قرآن کی تحریف منوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب جو بھی قرآن میں تحریف

ٹھے لینن کا ایک کتابچہ "لینن آن ریٹینین" ماسکو سے چھپا ہے۔ اس میں لینن ایک ضمن
 سائنس دان کی پہلے تو تعریف کرتا ہے کہ اس نے یہ دکھائے کہ عیسیٰ ایک فرضی شخصیت تھے لیکن
 بعد میں اس کی برائی کی ہے کہ کیوں اس نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا بلکہ خدا کی ایسی تعریف کی جس
 پر ہم لوگوں کے لیے اعتراض کرنا مشکل ہو گیا۔ یعنی پہلا کام تو بہت اچھا کیا مگر دوسرا کام
 خراب کیا ہے۔

کرنا چاہئے گا تو معنوی تحریف ہی کر سکتا ہے۔ لاکھوں حفاظ اور اربوں مطبوعہ نسخوں کے ہوتے ہوئے
لفظی تحریف کا امکان ہی باقی نہیں رہا۔ پرویز صاحب کی ایک اور قرآن کے ترجمہ کی غلطی بتاتے ہوئے
مولانا عبدالرحمن سورتی لکھتے ہیں:

” پرویز صاحب شعلہ مستور کے صفحہ ۲۳۷ میں ”یکلم الناس فی المجد وکھلا“ کا ترجمہ اس
طرح کرتے ہیں۔ ” اور بچپنے میں اور بڑی عمر میں کلام کرے گا“

یہ معنی اور کھل کا غلط اور غیر دیا نندارانہ ترجمہ ہے۔ عربی میں پرویز صاحب کی اس اردو کا ترجمہ
اس طرح ہو گا: ”و یکلم فی الصغر والکبر“ پھر اس ترجمہ میں ایک تحت الشعور عقیدہ کی بنا پر پرویز صاحب
نے ”الناس“ کا ترجمہ ہی اڑا دیا۔ جس کے معنی ہیں ”لوگ“ دراصل ایسی عمر میں جب بچہ پالنے
میں ہوتا ہے۔ بچوں سے نہیں بلکہ لوگوں سے سنجیدہ باتیں کرنا ایک قابل غور بات ہے اور پرویز صاحب
کے ذہن میں ایسا ہونا خلاف عقل ہے۔ لہذا ایسے مواقع پر وہ قرآن مجید کی تاویل ہی نہیں بلکہ
الفاظ کے معنی بھی غلط کر دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں وہ پورے لفظ کو بھی غائب کر دیتے ہیں۔ چونکہ
ہمارا موضوع سنہ کلام ہے نہ مہذب و کھل لہذا یہاں ہم اسی اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔“
(ابن مریم اور پرویز صفحہ ۲۵)۔

ڈاکٹر اقبال نے ایسے ہی مفہم میں کے لیے کہا ہے کہ:

ہے کس کو یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبہ کو آتش کہہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو باز سچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

سے یہ تحریف کی کونسی قسم ہوئی۔ فیصلہ ناظرین پر ہے۔

